Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

Year 2024; Vol 03 (Issue 01)
PP. 122-138 https://journals.gscwu.edu.pk/

محسن خالد محسنؔ
لیکچرار، گورنمنٹ شاہ حسین ایسوسی ایٹ کالج، لاہور
ڈاکٹر منور ہاشمی
ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، نادرن یونی ورسٹی، نوشہرہ

Mohsin Khalid Mohsin
Lecturer, Govt Shah Hussain Associate College, Lahore)
Dr. Munawar Hashmi
Dean Faculty of Social Sciences, Northern University, Nowshera

مثنوی "سحر البیان" میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات کا ناقدانہ تجزیہ

An analysis of Manabí's "Sahar ul Bayan" in the context of Allusions and terminologies.

Abstract:

This paper covers the language, narration, and original features of Mir Hasan's Masnavi Saharul Bayan. In this paper, a brief review of the explanations and terms used in the Masnavi has been made, and a glossary of explanations and terms has been created with the aim of bringing to the reader the diverse uses of the explanations and terms in the Masnavi and the importance of these innovative elements. And it is intended to determine the utility. In this paper, a critical review of Masnavi Sahar al-Bayan has also been taken, which shows the uniqueness of this Masnavi in terms of language, expression, style, genre, thought, and art compared to other Masnavis. This paper is based on an explanation of the technical elements that led to the evolution of the Masnavi genre.

Key words: Masnavi, Farhang, Talmih, Terminology, Style, Science, Delhi, Lucknow, Indian society, Monarchy, Supernatural, Mythology

میر حسن کے حالاتِ زندگی سوانح نویس اور تذکرہ نگاروں کے ہاں نہیں ملتے۔ ان کے نام کے بارے میں بھی اختلاف ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے تذکرہ شعرائے اُردو کے دیباچے میں اپنا نام میر غلام حسن لکھا ہے جس پر ہنوز اکتفا کیا جاتا ہے۔ سحر البیان مثنوی کے اختتام پر ان کا شعر درج ہے

جس میں غلام حسن نام کا ذکر موجود ہے۔ بہ حق حسین و امام حسن / رہوں شاد میں بھی غلام حسن

میر حسن کا نام ان کی تصانیف میں غلام حسن ہی تسلسل سے آیا ہے البتہ ان کے سن ولادت کے بارے میں قطعیت سے کوئی سندی تعین نہیں کی جا سکتی۔ اتنا معلوم ہے کہ 1154ھ میں دہلی کے مشہور سید واڑہ میں ان کی پیدائش ہوئی اور بچپن بھی اسی محلے میں گزرا۔ میر حسن لڑکپن میں اپنے والد میر ضاحک کے ساتھ دہلی سے اودھ چلے آئے تھے۔ اس مہاجرت کی وجہ دہلی کی دگروں اور تباہ حالی پیشِ نظر تھی۔ میر حسن سالار جنگ کے ہاں سرکاری ملازم رہے اور مرزا نوازش علی کے مصاحب بھی رہے۔ آصف الدولہ کے ہاں ان کا زیادہ وقت گزرا اور یہیں بہ حیثیت شاعر ان کی قدر افزائی ہوئی۔ ڈاکٹر رشید حسن لکھتے ہیں:

> "شاعری میں غلام حسن میر ضیا الدین دہلوی کے شاگرد تھے اور مرزا سودا سے بھی گاہے گاہے اصلاح لیتے تھے۔ خواجہ میر درد، مصحفی اور والد سے بھی کسبِ فیض کا ذکر ان کی تالیفات میں ملتا ہے۔ اپنی مشہورِ زمانہ مثنوی سحر البیان کا کریڈٹ انھوں نے آصف الدولہ کو ہی دیا جس سے آصف الدولہ سے ان کی مصاحبت کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے"۔[1]

میر حسن نے بھرپور حیات کا زمانہ گزارا۔ ان کی شخصیت اور شاعری دونوں کو پذیرائی ملی۔ میر حسن کے چار بیٹوں کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے جن میں میر مستحسن خلیق، میر محسن محسن، میر احسن خلق اور سید احسان حسن مخلوق ہیں۔ میر حسن کا انتقال یکم محرم 1201ھ کو لکھنؤ کے محلے مفتی گنج میں ہوا۔ انھیں مرزا قاسم علی خاں کے باغ میں دفن کیا گیا تھا۔

میر حسن نے غزل سے شعر گوئی کا آغاز کیا تھا جسے گاہے گاہے طبیعت کی موزونی کے پیشِ نظر جاری رکھا تاہم مثنوی میں ان طبیعت زیادہ رواں رہی۔ ان کی غزلیات کے دیوان سمیت بارہ مثنویاں کا ذکر ملتا ہے اور ایک تذکرہ تذکرہ شعرائے اردو بھی انھیں سے منسوب ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے ان کی بارہ مثنویوں کو از سرِ نو مدون کر کے مجلس ترقی ادب لاہور سے یکجا صورت میں چھپوا دیا تھا۔ ان مثنویوں کے عنوانات اس طرح ہیں: نقلِ کلاونت، نقلِ زن فاحشہ، نقلِ قصاب، نقلِ قصائی، مثنوی شادی آصف الدولہ، مثنوی رموز العارفین، مثنوی در ہجوِ حویلی، مثنوی گلزارِ ارم، مثنوی در تہینتِ عید، مثنوی در وصفِ

قصر جواہر، مثنوی خوانِ نعمت۔ ان مثنویوں میں جس مثنوی کو سب سے زیادہ شہرت اور دائمی پذیرائی نصیب ہوئی وہ مثنوی سحر البیان ہے۔

مثنوی سحر البیان میر حسن کا ایسا شاہکار کارنامہ ہے جس نے صنفِ مثنوی کو ایک تابناک عروج بخشا۔ صنفِ مثنوی میں جس مثنوی کو سر تاج کی حیثیت حاصل ہے وہ مثنوی سحر البیان ہے۔ اس کے عنوان میں اس طلسم پنہاں ہے جو موضوع کے انتخاب سے بیان کی پیش کش کے جملہ فنی اسالیب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس مثنوی کی اشاعت کے بعد میر حسن کا دیگر کام نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میر حسن سحر الیبان والے مشہور ہو کر چہار دانگ عالم میں عزت کے مستحق ٹھہرائی گئے۔ ان کی یہ شہرت ہنوز بر قرار ہے۔

مثنوی سحر البیان 1199ھ میں لکھی گئی۔ جس وقت یہ مثنوی لکھی گئی اس وقت باغ و بہار داستان کا بڑا گُل تھا۔ یہ وقت اردو شعری اصناف اور نثری اصناف کے زمانہ عروج کا دور تھا اور کتب خانہ کی آمد سے اردو شعر و ادب کا ناقابلِ فراموش سرمایہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا جس سے اردو زبان کی بقا کو لاحق اندیشے ہمیشہ کے لیے دم توڑ گئے۔ ڈاکٹر رشید حسن لکھتے ہیں:

> "میر امن کی باغ و بہار ہی ایسی ایک کتاب ہے جسے خواص اور قبولِ عام کے لحاظ سے اور ادبی مرتبے کے اعتبار سے مثنوی سحر البیان کے برابر رکھا جا سکتا ہے۔ ہاں وہ نثر کا شاہکار ہے اور یہ نظم کا۔"[۲]

میر حسن کو اپنی اس مثنوی کی ادبی حیثیت کا پورا ادراک تھا۔ اس مثنوی کی تکمیل میں ان کی پوری جوانی صرف ہو گئی تھی۔ میر حسن نے مثنوی کے اختتام پر اسے لکھنے کی مشقت اور صبر آزما ریاضت کی کٹھانیوں کا ذکر کیا ہے۔ میر حسن کہتے ہیں:

ے نہیں مثنوی ہے یہ اک پھل جھڑی / مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی

ے نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں / نہیں مثنوی، ہے یہ سحر البیاں

ے رہے گا جہاں میں مرا اس سے نام / کہ ہے یادگارِ جہاں یہ کلام

میر حسن نے اس مثنوی کو آصف الدولہ کی فرمائش پر لکھا تھا یوں کہہ لیجے کہ میر حسن کے آصف الدولہ سے مراسم اس طرح کے تھے کہ ان کی شان میں میر حسن نے یہ کارنامہ ممکن کر دکھایا۔ میر حسن نے اس مثنوی کی وجہ تصنیف خود مثنوی میں بیان کی ہے۔ میر حسن لکھتے ہیں:

ے سُو میں اک کہانی بنا کر نئی / دُرِ فکر سے گوندھ لڑیاں کئی

ے لے آیا ہوں خدمت میں بہرِ نیاز / یہ اُمید ہے پھر کہ ہوں سر فراز

ے مرے عذرِ تقصیر ہو ویں قبول / بہ حق و علی و بہ آلِ رسول

میر حسن کو ان کی توقع کے برعکس شدید مایوس اور ناامیدی کا سامنہ کرنا پڑا کہ آصف الدولہ نے مثنوی کی تعریف تو کی اور ایک دوشالہ اور قلیل رقم بھی عنایت لیکن زمین، جاگیر اور بھاری انعام و القاب نہ دیا جس سے میر حسن کا دل بجھ گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے مایوس سے ہو گئے تھے جس کا انھوں نے اپنے مصاحبین میں نجی محافل میں تذکرہ کیا اور اپنے تذکرہ میں اس بات کو لکھا بھی تھا۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے اس حوالے سے لکھا:

> "1781 میں جب جب میر حسن کو مالی مشکالات سے زندگی سے نباہ کرنا مشکل تر معلوم ہوا تو آصف الدولہ سے دامن وابستہ کر لیا۔ میر حسن نے آصف الدولہ کی توجہ لینے کے لیے ان کا قصیدہ لکھا اور شاہی باورچی خانے کے مہتمم کی تعریف میں مثنوی بھی لکھی۔ سحر البیان ایسی شاہکار مثنوی کا انتساب بھی آصف الدولہ کے نام کیا جس کا خاطر خواہ صلہ انھیں نہ مل سکا جس کا قلق انھیں تادمِ مرگ رہا"۔[۳]

بادشاہوں کا یہ رویہ ہر دور میں رہا ہے۔ شعرا، ادبا اور فنونِ لطیفہ سے متعلق فنکار ہمیشہ بادشاہوں کی تحسین و ستائش کی طرف دیکھتے ہیں لیکن ان کی توقع کے مطابق انھیں بہت کم ملا ہے۔ یہ زمانے کی ریت ہے اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ میر حسن کو آصف الدولہ سے کچھ نہ ملا لیکن مثنوی کے بارے میں بعد کے دور کے مشہور شعرا اور ان کے ہم عصروں نے ان کی تعریف و تحسین اس قدر مثبت اور تعمیری انداز میں کی ہے کہ آج آصف الدولہ کو کوئی نہیں جانتا لیکن مثنوی پر ان کے ہم عصر اور بعد کے شعرا نے جو رائے دی وہ سونے، چاندی اور زمین و جاگیرات سے کہیں زیادہ گراں ہیں۔ نواب مصطفی خاں شیفتہ نے لکھا:

> "مثنوی سحر البیان کہ مشہور بہ بدر منیر است، شہرتِ تمام دارد، قطعِ نظر از پالغزہائے شاعر، بہ محاورۂ عوام بد نگفتہ بلکہ دادِ بلاغت دادہ است۔ رنگین نے لکھا: بہ فیض آباد میر مسٹھن پسر میر حسن بے نظیر وارد شدند، بندہ را از کہانِ بے نظیر عشق بود، بیسار صحیح و

تحقیق نمودہ نوشتہ ام، البتہ آں صاحب آگاہی میدارند، چیزے بہ چیزے بیان نمودند،
وشند جائے دیگر ہم تسلی نشد"۔[۴]

مثنوی سحر البیان کے ماخذات کے بارے میں مختلف آرا ملتی ہیں۔ اس مثنوی کو فسانہ عجاب کا چربہ قرار دیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سے فارسی مثنوی نگار شعرا کی تخلیقات کا عکس جھلکتا ہے جن سے بلواسطہ میر حسن نے استفادہ کیا ہے۔ مثنوی الف الیلا میں بھی اس موضوع کی تکرار ملتی ہے، اسی طرح نعمت خان عالی کی مثنوی وقائع حسن و عشق میں بھی اسی موضوع کو دہرایا گیا ہے۔

بات یہ ہے کہ جس دور میں میر حسن نے یہ مثنوی لکھی ہے؛ اس وقت اسی طرح کے موضوعات شعرا مثنویوں اور داستانوں میں باندھ رہے تھے۔ بادشاہوں کا دور تھا۔ جہالت اور اقتدار کی ہوس ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بیرونی حملہ آور آئے روز دہلی، لکھنو کو تاراج کرتے اور دیر پا تباہی ویرانی کا اثر چھوڑ جاتے۔ یاسیت و قنوطیت کے اس تنزل آمیز دور میں شعرا نے مثنویوں میں جن، پری اور اس سے متصل ماورائی اور مافوق الفطرت قصے کہانیوں کی مدد سے عوام و خواص کا دل بہلانے کا سامان کیا جس سے یہ قصے طبع زاد اور چربے معلوم ہوتے تھے۔

ہر دور کا ایک اپنا ٹرینڈ ہوتا ہے اس ٹرینڈ کے خلاف لکھنا اور اس سے ہٹ کر لکھنا پذیرائی اور شہرت سے محروم اور گمنام ہو کر رہ جانے کا عمل ہے۔ اس دور کی جملہ مثنویوں اور داستانوں میں اسی طرح کے موضوعات، تصورات، قصص اور کہانیوں کا ذکر ملتا ہے اس لیے یہ کہنا کہ میر حسن نے یہاں وہاں سے استفادہ کیا اور اس مثنوی کو لکھا یہ تاثر درست نہیں ہے تاہم تحقیق کے ذریعے اس تاثر کو درست اور مبنی بر حقیقت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن تحقیق کرے کون!

میر حسن کی مثنوی سحر البیان بیان و بدیع کے اعتبار سے ایک شاہکار ہے۔ اس مثنوی میں جملہ فنی محاسن موجود ہیں۔ اس مثنوی کی زبان پر بہت ہوئی ہے اور میر حسن کے اندازِ پیش کش کو بہت زیادہ سراہا گیا ہے۔ اس کی وجہ میر حسن کی ریاضت، مشقت اور ایمانداری ہے جس نے ان کے فن کو دائمی شہرت عطا کی ہے۔ میر حسن نے مثنوی سحر البیان کی زبان اور بیان اور اس قدر تراشا اور سنوارا ہے کہ کہیں کوئی جھول، نقص اور فنی گنجائش موجود دکھائی نہیں دیتی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"پوری مثنوی میں ہر حصہ توازن کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوست ہے۔ مثنوی
میں زبان کے اعتبار سے متروک الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جن کا عنصر میر و سودا کے

ہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔ میر حسن تک آتے آتے زبان پوری طرح منجھ کر صاف اور
رواں ہو گئی تھی"۔[۵]

میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں تلمیحات و مصطلحات کا بھرپور استعمال کیا ہے جو موضوع کی پیش کش اور بیان کے سلیقے کو مہمیز کرتا ہے۔ میر حسن نے اس مثنوی میں تلمیحات و مصطلحات کے ساتھ روزمرہ اور محاورہ کو بھی کمال خوبصورتی سے قصے کے واقعات کی منطقی ترتیب کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس طرح کھپایا دیا ہے کہ محاورہ کا لطف بھی باقی رہا ہے اور قصے کی روانی بھی متاثر نہیں ہوئی۔

سحر البیان کی کئی ایک تخصیصی خوبیاں ہیں جس کی وجہ سے یہ مثنوی دیگر مثنویوں کے مقابلے میں سند کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ غزل کے علاوہ مثنوی اور نظم کے اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر جائیں۔ مثنوی سحر البیان کے دسیوں اشعار زبان زدِ خاص و عوام ہیں جو صدیاں بیت جانے کے بعد آج کے عہد کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں اور تازگی، ندرت اور شگفتگی کے اعتبار سے دل میں کھبتے ہیں۔

- برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن / جوانی کی راتیں مرادوں کے دن
- سدا عیشِ دوراں دکھاتا نہیں / گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
- کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں / سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں
- دورنگی زمانے کی مشہور ہے / کبھی سایہ ہے اور کبھی نور ہے

مثنوی کا پورا قصہ دلچسپی سے معمور ہے۔ قاری پڑھنے لگتا ہے تو پوری مثنوی پڑھ کر دم لیتا ہے۔ کردار نگاری، منظر نگاری، واقعات کی تصویر کشی، جذبات و احساسات کا بیان، عاشق و معشوق کے ہجر و وصال کی کیفیات، کل کا گھوڑا، دیو، جن پری اور انسان کی دسترس و بے اختیاری، فقیری، درویشی، بادشاہی، عیاری، سادگی، حُسن اور عشق وغیرہ ایسی کڑیاں ہیں جس نے اس مثنوی کو ایک ناقابلِ فراموش شاہ پارہ بنا دیا ہے۔ سحر البیان کے ان متفرق اشعار کو پڑھیئے اور سر دُھنیے:

- گلوں کا لبِ نہر جھومنا / اسی اپنے عال میں میں منہ چومنا
- کبھی سامھنے آ کے کرتا نظر / کبھی دیکھتا چھپ کے ایدھر اُدھر
- مقدم ہمارا رجھاتا کرو / ہمیں اپنا مشتاق جانا کرو
- وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے / رہیں دل جہاں سر پٹکتے ہوئے

ے کہاں یہ جوانی، کہاں یہ بہار / یہ، جُوبن کا عالم بھی ہے یادگار

ے اُسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ / سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

مثنوی سحر البیان میں زبان و بیان کی کئی تہہ داریاں اور باریکیاں موجود ہیں جس سے اس مثنوی کو عوام و خواص میں مقبول بنایا۔ اس مثنوی کو مختصر بحر میں سادہ، آسان اور مستعمل الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ میر حسن نے زبان کی سادگی، سلاست اور تازگی پر بہت توجہ دی ہے اور شعوری کوشش کی ہے کہ اسے پڑھنے والا لغت کا محتاج نہ ہو اور قصے کی روانی میں کوئی خلل واقع نہ ہو؛ زبان و بیان کے معاملے میں میر حسن اس مثنوی میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "میر حسن نے اس مثنوی کے ذریعے ایک ایسی روایت کو جنم دیا جس کے اثرات اُردو ادب پر گہرے پڑے۔ سحر البیان کے فن میں جادو کا سا اثر ہے۔ یہ رنگ اپنی آفاقیت کی وجہ سے جدید زمانے کے رجحانات و مذاق سے لگا کھاتا ہے۔ یہ مثنوی اُردو ادب کی جملہ تاریخ میں ہمیشہ اونچے مقام پر متمکن دکھائی دیتی رہے گی اور یہ مقام اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔"[۶]

میر حسن نے اس مثنوی میں تلمیحات کو ایک خاص انداز میں برتا ہے۔ تلمیح سے مراد کسی تاریخی قصے، واقعے، کہانی کو مذہبی، اساطیری، سیاسی، دیومالائی اور مافوق الفطرت واقعات کے تناظر میں پیش کرنے کا آہنگ لیا جاتا ہے۔ تلمیح کلاسیکی شعرا کی محبوب بدیعی صنف رہی ہے۔ کلاسیکی شعرا کے ہاں تلمیحات و مصطلحات کا برمحل استعمال ان کی فن پر اور زبان کی باریکیوں اور نکتہ داریوں پر گرفت کا پتہ دیتی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ سے لے کر مرزا داغ دہلوی جتنے شعرا گزرے ہیں ان کے جملہ شعری کلام میں تلمیحات و مصطلحات کا استعمال برابر ملتا ہے۔ تلمیح کے ذریعے طول طویل واقعات کو عام فہم انداز میں انتہائی اختصار کے ساتھ شعر میں بیان کر دیا جاتا ہے جس سے شعر میں موجود کیفیت، جذبہ، احساس اور تاثر کو تلمیح کے پس منظر میں کارفرما واقعات سے مہمیز ملتی ہے جس کا براہ راست اثر قاری پر پڑتا ہے اور وہ فن کے حُسن کے جملہ ابلاغ سے بھی محظوظ ہوتا ہے اور کہانی کی روانی میں واقعات کے تسلسل سے بھی حظ اُٹھاتا ہے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"کلام نہائت سلسیس اور صاف ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے پھول جھڑتے ہیں، ان کی مشہور مثنوی سحر البیان اردو میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس سے بہتر مثنوی نہیں لکھی گئی"۔[۷]

میر حسن نے تلمیحات و مصطلحات کے معاملے میں جدت بھی دکھائی ہے۔ انھوں نے تلمیحات کو حسبِ ضرورت نئے آہنگ سے متصف کیا ہے۔ اصطلاحات کا تعلق کسی مخصوص فکر، نظریہ، تصور، تاثر اور تحریک کی ترجمانی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ میر حسن نے اپنے زمانے کے جملہ عہد کو مثنوی میں چلتا پھرتا دکھایا ہے۔ اس زمانے کے رسم و رواج، قصص، کہانیاں، فضائیں، بہاریں، میلے ٹھیلے، عروس اور بادشاہوں سے لے کر عام عوامی زندگی کے سبھی رنگ تلمیحاتی انداز میں مثنوی میں کارفرما نظر آتے ہیں۔ بطور نمونہ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

اہلِ عرفان: یہاں موت ہے اہلِ عرفان کو / کہ چلنا ہے اک دن یونہیں جان کو

بوستان: درختوں نے برگوں کے کھولے ورق / کہ لیں بوستاں کا سبق

پُوتھی: مقرر ترے، چاہیے، ہو پِسر / کہ دیتی ہے یوں اپنی پُوتھی خبر

جن و پری: کوئی اُس پہ عاشق ہو جن و پری / کوئی اُس کی معشوق ہو اِستری

رام جی / چندرما: کہا: رام جی کی ہے تم پر دِیا / چندرما سا بالک ترے ہووے گا

سر اندیپ: کہا اُس نے: یہ ہے مری داستاں / کہ شہر، سر اندیپ ہے اک مکاں

عالمِ الغیب: کسی کی بدی تو نہ کر، عیب ہے / کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے

ماہ نخشب: کہ وہ ماہ نخشب کنویں سے نکل / منازل کو اپنی پھرے بر محل

معانی و منطق، منقول و معقول: معانی و منطق، بیان و ادب / پڑھے اُس نے منقول و معقول

اس مقالہ میں سحر البیان میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات کے جملہ نظام کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ مذکورہ مفصل تمہیدی گفتگو سے مثنوی کی اہمیت و افادیت اور اس کے فنی و فکری اختصاص کو سامنے لانا مقصود تھا۔ مثنوی میں جن تلمیحات و مصطلحات کا استعمال ہوا ہے انھیں الف بائی ترتیب سے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔

مثنوی سحر البیان میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات کے حوالے سے جو کام ہنوز سامنے نہ آیا تھا؛ اُسے منظرِ عام پر لانے کی اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے۔ تلمیحات کی تفصیل سے اجتناب کیا گیا ہے اور مثنوی کی ترتیب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مذکورہ

شعر بطور حوالہ درج کیا گیا ہے تا کہ روانی اور تسلسل میں خم نہ آئے اور تلمیحات و مصطلحات کے شاعرانہ آہنگ سے بھی لطف اندوز ہوا جائے۔

(آ)

آبِ حیات: کروں مختصر یہاں سے اِس غم کی بات / لگا رہنے اُس میں وہ آبِ حیات

آبِ حیواں: لے آیا وہ جوں خضر سو گھات سے / نکال آبِ حیواں کو ظلمات سے

آصف الدولہ: فلک رُتبہ نوابِ عالی جناب / کہ ہے آصف الدولہ جس کا خطاب

آلِ رسول ﷺ: ہوا یہاں سے ظاہر کمالِ رسول / کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

آلِ احمد ﷺ: جو غم ہو، تو ہو آلِ احمد کا غم / سِوا اِس الم کے نہ ہو کچھ الم

(الف)

ابنِ عمِ رسول ﷺ: علیِ ولی، ابنِ عمِ رسول / لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول

اثنا عشر: اُنھوں سے ہے قائم امامت کا گھر / کہ بارہ سُتوں ہیں یے اثنا عشر

احوالِ غائب: پلا ساقیا! جامِ جم سے وہ مُل / کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل

اصحابِ دیں: الٰہی! بہ حقِ رسولِ امیں / بہ حقِ علی و اصحابِ دیں

اصفہان: کروں اُس کی وسعت کا کیا میں بیاں / کہ جوں اصفہاں، تھا وہ نصف جہاں

اشرف الناس / خیر الانام: نبوت جو کی اُس پہ حق نے تمام / لکھا: اشرف الناس، خیر الانام

الحق: وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے / قلم جو لکھے، اُس سے افزود ہے

امام حسنؓ و حسینؓ: بہ حقِ حُسین و امام حسن / رہوں شاد میں بھی غلامِ حسن

اہلِ عرفان: یہاں موت ہے اہلِ عرفان کو / کہ چلنا ہے اک دن یو نہیں جان کو

اہلِ نظر: جہاں تک کہ تھے یہاں کے اہلِ نظر / سمجھ مائی نور، کُحلِ البصر

اہلِ فرنگ: کئی دن میں سیکھا یہ، کسبِ تفنگ / کہ حیراں ہوئے دیکھ، اہلِ فرنگ

(ب)

بابِ پنجم گلستان: سماں قُمریاں دیکھ اُس آن کا / پڑھیں بابِ پنجم گلستاں کا

بختِ واژوں: ہوا یوں جو اُس بختِ واژوں کا اوج / چلی آہ نالے کے ساتھ اُس کی فوج

بدخشاں: وہ مِسی اور اُس کے لبِ لعل فام / سوادِ دیارِ بدخشاں کی شام

بُرجِ اقلیم: جہاں اُس کے پرتو سے ہے کام یاب / وہ ہے بُرجِ اقلیم میں آفتاب

بنارس: وہ پاجامہ سُرخ کمخواب، اور / دوپٹا بنارس کا سورج کے طور

بوستان: درختوں نے برگوں کے کھولے ورق / کہ لیں بوستاں کا سبق

(پ)

پانچواں آفتاب: مہاراج کے ہوں گے مقصد شتاب / کہ آیا ہے اب پانچواں آفتاب

پروردگار: کہا شہ نے: اِس پر نہیں اعتبار / جو چاہے کرے میرا پروردگار

پیرِ مغاں: پلا آتشیں آب پیرِ مغاں / کہ بھولے مجھے گرم و سردِ جہاں

پرستان / دیو: پرستان سے بھی نکالا نہ ہو / کسی دیو کے منہ میں ڈالا نہ ہو

پرستان: نہ پائی کہیں یھاں جو اُس گل کی بو / کروں اب پرستان میں جستجو

پری / پرستان: پری ہوں میں اور یہ پرستان ہے / یہاں سب یہ، قومِ بنی جان ہے

پنڈت: کیا پنڈتوں نے جو اپنا بِچار / تُو کچھ اُنگلیوں پر کیا پھر شُمار

پنجتن: نبیؐ اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ / حسین ابن حیدرؓ، یے ہیں پنج تن

پُوتھی: مقرر ترے، چاہیے، ہو پِسر / کہ دیتی ہے یوں اپنی پُوتھی خبر

تختِ سلیمانؑ: کہا ماہ رُخ نے کہ تھے تیرے بخت / کہ بخشا تجھے میں سلیماںؑ کا تخت

(ت)

تسدیس و تثلیث: نظر کی جو تدیس و تثلیث پر / تُو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

توکل: غریبوں کا دم سا نکلنے لگا / توکل کا بھی پانو چلنے لگا

توحیدِ یزداں: کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم / جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

تفول: تفول بھلا کچھ نکالا کرو / ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

(ث)

ثریا: مغرق زری کا وہ شلوار بند / ثُریا سے تابندگی میں دوچند

(ج)

جامِ جم: پلا ساقیا! جامِ جم سے وہ مُل / کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل

جُزِ علیؓ: نہیں ہمسر اُس کا کوئی جُزِ علیؓ / کہ بھائی کا بھائی، وصی کا وصی

جن وانس: کہاں صورتِ جن، کہاں شکلِ انساں / غرض قہر ہے صحبتِ غیر جنس

جن وپری: کوئی اُس پہ عاشق ہو جن وپری / کوئی اُس کی معشوق ہو اِستری

جنم پترا: جنم پترا شاہ کا دیکھ کر / تُلا اور برچھک پہ کر کر نظر

جنت: جسے چاہے جنت میں دیوے مقام / جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

جن وانسان: رواں ودواں کر دیا جان کو / رُلایا ہر اک جن وانسان کو

جہنم: سیاہی میں، جیسے وہ کافر کا دل / صعوبت میں اُس سے جہنم خجل

(ح)

حاتم: سِوا اُس کے، ہے اور یہ داستاں / کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جاں

حُبِ علیؓ: علیؓ کا عدو، دوزخی، دوزخی / علیؓ کا محب: جنتی جنتی

حسینؓ ابنِ علیؓ: نبیؐ اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ / حسینؓ ابن حیدر، یے ہیں پنج تن

حقِ رسول ﷺ وحقِ علیؓ: الٰہی! بہ حقِ رسولؐ امیں / بہ حقِ علی واصحابِؓ دیں

حقِ محمد علیہ السلام ﷺ: بر آویں مرے دین ودُنیا کے کام / بہ حقِ محمد علیہ السلام

حق علیؓ وآلِ رسول ﷺ: مرے عذرِ تقصیر ہو ویں قبول / بہ حقِ علی وبہ آلِ رسول

حُسن بائی: اری کوئی، وھاں ذرا جائیو / مری حُسن بائی کو لے آئیو

حسن دہلوی: بہ تفتیشِ تاریخ ایں مثنوی / کہ گفتش حسنؔ شاعر دہلوی

حضرت سلیمانؑ: قسم مجھ کو حضرت سلیمانؑ کی / ہوئی دُشمن اب اُس کی میں جاں کی

حمد وثنائے خدا: لکھا بعد حمد وثنائے خُدا / پس از نعت احمدؐ، شہ انبیا

(خ)

خاتمِ نگیں: کروں اُس مکاں کی مکیں کا بیاں / کہ ہے بعدِ خاتمِ نگیں کا بیاں

خلیلؑ / سلیماںؑ: خلیلؑ اُس کے گلزار کا باغباں / سلیماںؑ سے کئی مہر دار اُس کے یھاں

خضر / داؤدؑ: خضر اُس کی سرکار کا آبدار / زرہ ساز داؤدؑ سے دس ہزار

خطِ سلیمانی: مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش / بہ خطِ سلیمانی اُس پر نقوش

خطِ گلزار: کیا خطِ گلزار سے جب فراغ / ہوا صفحۂ قطعہ، گلزارِ باغ

خلعتِ خسروانہ: غرض شاہ زادے کو نہلا دُھلا / دیا خلعتِ خسروانہ پنھا

(د)

دوزخ و بہشت: اُسی سے ہے کعبہ، اُسی سے کنشت / اُسی کا ہے دوزخ، اُسی کا بہشت

دوزخی / جنتی: علیؑ کا عدو، دوزخی، دوزخی / علیؑ کا محب: جنتی جنتی

درود و سلام: ہوئی اُن پہ دو جگ کی خوبی تمام / اُنھوں پر درود اور انھوں پر سلام

دُوگانہ: دُوگانہ غرض شکر کا کر ادا / اتھیہ کیا شاہ نے جشن کا

(ر)

رب العلا: قلم پھر شہادت کی اُنگلی اُٹھا / ہوا حرف زن یوں کہ: رب العلا!

رسولِ کریمؐ / دُرِ یتیم: بنی کون، یعنے رسولِ کریمؐ / نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم

رُستمِ داستاں: لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں / قلم ہو مرا رُستمِ داستاں

رُستم و گیو و افراسیاب: کہاں رُستم و گیو و افراسیاب / سخن سے رہی یاد یہ، نقلِ خواب

رُستم / حاتم: جہانِ شجاعت، زمانِ کرم / دلِ رُستم گرد، حاتم ہمم

رُستم: یہ، دیکھا کہ صحرا ہے اک لق و دق / کہ رُسم جسے دیکھ ہو جاوے فق

رشکِ ارم: کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و حشم / محل و مکاں اُس کا رشکِ ارم

راہِ قاف: کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں / کنواں وہ جو تھا قاف کی راہ میں

رام جی / چندرما: کہا: رام جی کی ہے تم پر دِیا / چندرما سا بالک ترے ہووے گا

رودِ نیل / ہند: ہر اک تار تھا بین کا، رودِ نیل / وہ تھی ہند کے راگ سلسبیل

(ز)

زُحل: نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل / عمل اپنا سب کر چکا ہے زُحل

زمین وزمان: کہے تو کہ نزدک اور دور سے / زمین وزمان بھر گیا نور سے

(س)

ساتویں مُشتری: نصیبوں نے کی آپ کے یاوری / کہ آئی ہے اب ساتویں مُشتری

سکندر / دارا: سکندر نژاد اور دارا حشم / فلک مرتبت اور عطارد رقم

کوئی دیو تھا وھاں سکندر نژاد / کنویں میں اُتر کر بہ حسبِ مراد

سورۂ نور: لبِ بام پر جب یہ، سُووے صنم / کریں سورۂ نور کو اِس پہ دم

سوداؔ، میرؔ، حسنؔ: دھری اک بیاض اور رشکِ چمن / پر از شعر سوداؔ و میرؔ و حسنؔ

سر اندیپ: کہا اُس نے: یہ ہے مری داستاں / کہ شہر، سر اندیپ ہے اک مکاں

سخن مولوی: سخن مولوی کا یہ، سچ ہے قدیم / کہ آگے قضا کے، ہوا حمق حکیم

(ش)

شاہ مردانِ زوجِ بتولؓ: علیؓ ولی، ابنِ عمِ رسولؐ / لقب شاہِ مردان وزوجِ بتولؓ

شرعِ نبی: سُو وہ کون سی راہ؟ شرعِ نبیؐ / کہ رستے کو جنت کے سیدھے گئی

شرعِ شریف: کہ جو ہووے برعکسِ شرعِ شریف / وہ ہے اپنے مذہب میں اپنا حریف

شرعِ رُسول: زبس ہم کو ہے پاسِ شرعِ رسولؐ / سُو اِس واسطے کرتے ہیں ہم قبول

شکستہ / تعلیق: شکستہ لکھا اور تعلیق جب / رہے دیکھ، حیراں، اتالیق سب

شیریں: وہ شیریں، جو بیٹھی تھی شیریں بنی / نبات اُس کی چُنّنی بنے کو بنی

(ص)

صفِ مرُسلاں: کروں اُس کے رُتبے کا کیا میں بیاں / کھڑے ہوں جہاں باندھ صفِ مُرسلاں

(ظ)

ظہوریؔ / نظیریؔ: سرھانے مُجلد دھری اک کتاب / ظہوریؔ، نظیریؔ کا کُل انتخاب

(ع)

علم لدنی: ہوا گو کہ ظاہر میں اُمی لقب / پہ علمِ لدنی کُھلا دل پہ سب

عزوجل: رہِ حمد میں تیری عزواجل / تجھے سجدہ کرتا چلو سر کے بل

عالمِ الغیب: کسی کی بدی تو نہ کر، عیب ہے / کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے

عطارد: عطارد کو اُس کی لگی آنے ریس / ہوا سادہ لوحی میں وہ خوش نویس

عطارد: سکندر نژاد اور دارا حشم / فلک مرتبت اور عطارد رقم

عید / شبِ برات: چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی بات / کہ دن عید اور رات تھی شبِ برات

علیؓ و بتولؓ: خدا اُن سے راضی، رسولؐ اُن سے خوش / علیؓ اُن سے راضی، بتولؓ اُن سے خوش

عدوِ علیؓ: علیؓ کا عدو، دوزخی، دوزخی / علیؓ کا محب: جنتی جنتی

علیؓ: جہاں فیض سے اُن کے ہے کام یاب / نبیؐ آفتاب و علیؓ ماہتاب

(غ)

غفور و رحیم: پرستش کے قابل ہے تو اے کریم! / کہ ہے ذات تیری غفور و رحیم

(ف)

فاطمہؓ / حسنؓ: نبیؐ اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ / حسینؓ ابن حیدرؓ، یے ہیں پنج تن

فخر جم: کیا نامہ یوں ایک اُس کو رقم / کہ اے شاہِ شاہان و اے فخر جم

فریدون: فریدوں مثال و سکندر نژاد / مرادِ جہان و جہاں رامراد

فلاطون / ارسطو: ہر اک کام اُس کا جہاں کی مراد / فلاطوں طبیعت، ارسطو نژاد

فقیر: فقیر اب نہ ہوں، تو کروں کیا علاج / نہ پیدا ہوا وارثِ تخت و تاج

فقیری: کہ میں کیا کروں گا یہ، مال و منال / فقیری کا ہے میرے دل کو خیال

فلک سیر: یہ، گھوڑا جو اِس کل کے تھا بخش کار / "فلک سیر" تھا نام اُس رخش کا

(ق)

قرآن / لاتقنطو: نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو / کہ قرآں میں آیا ہے: لاتقنطو

قضاوقدر: پر اب تُو تو، مہمان ہے میرے گھر / لے آئی ہے تجھ کو قضاوقدر

(ک)

کَل کا گھوڑا: یہ، گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے / ولیکن یہ، دے تُو مچلکا مجھے

کُحلِ البصر: جہاں تک کہ تھے یہاں کے اہلِ نظر / سمجھ مائی نور، کُحلِ البصر

کشمیری: کہیں بھانڈ کے ولولوں کا سماں / کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں

کعبہ وکنشت: اُسی سے ہے کعبہ، اُسی سے کِنشت / اُسی کا ہے دوزخ، اُسی کا بہشت

کُن / کون ومکان: وہ معبودِ یکتا، خدائے جہاں / کہ جس نے کُن میں کون ومکان

کیفیتِ بوستاں: پیالے میں نرگس کے دے میری جاں! / کہ دیکھوں میں کیفیتِ بُوستاں

کوہ قاف: پری نے کہیں طیش کھالاف میں / دیا ہو نہ پھینک اُس کو کُہ قاف میں

کوہِ طور: جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور / کہ ایک ایک عد اُس کا، تھا کوہِ طور

(ل)

لوح وقلم: بغیر از لکھے، اور کیے بے رقم / چلے حکم پر اُس کے لوح وقلم

(م)

ماہ نخشب: کہ وہ ماہ نخشب کنویں سے نکل / منازل کو اپنی پھرے بر محل

معانی ومنطق، منقول ومعقول: معانی ومنطق، بیان وادب / پڑھے اُس نے منقول ومعقول

محمد ﷺ: محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں / ہوا ہے نہ ایسا، نہ ہو گا کہیں

مرزا قتیلؔ: مرے ایک مشفق ہیں مرزا قتیل / کہ ہیں شاہ راہِ سخن کے دلیل

مسیحؑ / تجلیِ طورؑ: مسیحؑ اُس کی خرگاہ کا پارہ دُوز / تجلیِ طور اُس کا مشعل فروز

معجزے کا بدن: وہ قد اس لیے تھا نہ سایہ فگن / کہ تھا گل وہ اک معجزے کا بدن

مہدیِ دیں: علیؓ سے لگا تا بہ مہدیِ دیںؑ / یے ہیں ایک نورِ خدائے بریں

مصحفیؔ: میاں مصحفیؔ کو جو بھایا یہ، طور / اُنھوں نے بھی کر فکر از راہِ غور

مقدر: ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی / کہ ہیں اِس بھلے میں، بُرے طور بھی

(ن)

نبوتِ نبی: ہوئی جو نبوت نبی پر تمام / ہوئی نعمت اُسی کے وصیؑ پر تمام

نبی ﷺ و علیؓ: یہاں بات کی بھی سمائی نہیں / نبیؐ و علیؓ میں جدائی نہیں

نجومی و رمال و برہمن: نجومی و رمال اور برہمن / غرض یاد تھا جن کو اِس ڈھب کا فن

نسخ و ریحان و خطِ غبار: لیا ہاتھ جب خامہ مشک بار / لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار

نوریؔ: ہوا دل جو روشن چراغاں سے / پڑھے شعر نوریؔ کے دیوان سے

نحو: کیے علم نوکِ زباں حرف حرف / اسی نحو سے عمر کی اُس نے صرف

نعت شہِ انبیا: لکھا بعد حمد و ثنائے خُدا / پس از نعت احمدؐ، شہ انبیا

نور تن: کسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن / کسی کے چمکتے ہوئے نور تن

نورِ حق: خوش آیا نہ، سائے کو، ہونا جُدا / اُسی نورِ حق کے رہا زیرِ پا

(و)

وجد: لگے ہلنے آ وجد میں سب درخت / کھڑے رہ گئے سرو، ہو کر کرخت

وحدہ لاشریک: نہیں کوئی تیرا، نہ ہو گا شریک / تری ذات ہے وحدہ لاشریک

وصی / امام: پیمبرؐ کو بھیجا ہمارے لیے / وصی اور امام اُس نے پیدا کیے

ولایت: دیارِ امامت کے گلشن کا گل / بہارِ ولایت کا باغِ سُبل

(ہائے ہوز)

ہُما: ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل / ہما کے وے دونوں طرف مور چھل

ہیت و ہندسہ / نجوم: لگا ہیت و ہندسہ تا نجوم / زمیں آسماں میں پڑی اُس کی دھوم

یائے (معروف و مجہول)

یوسف: ہوا گُم وہ یوسف، پڑی یہ، جو دھوم / کیا خادمانِ محل نے ہجوم

یاذوالجلال: یہ قدرت کا دیکھ اجو اُس نے خیال / کہا شاہ زادے نے: یاذوالجلال

یوسفِ عزیز: کہاں چاہ والے ہیں یوسفِ عزیزؑ / ارلی باولی! چاہ میں کر تمیز

یوسف کنواں: وہ یوسفؑ کنویں میں ہوا جب کہ بند / ہوا اُس سے پستی کا رُتبہ بلند

یوسفؑ و یعقوبؑ: مِلے پھر تُو آپس میں وے خوب سے / کہ یوسفؑ ملا جیسے یعقوبؑ سے

میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں جس انداز سے تلمیحات اور مصطلحات کا استعمال کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں زبان کی جملہ باریکیوں، نزاکتوں اور عناصر و لوازماتِ السنہ کا کُلی علم اور ادراک تھا۔ میر حسن نے مثنوی کی ہیت کو اُسلوبِ شعری کے ساتھ ہم آہنگ کر کے بیان کیا ہے۔ میر حسن نے تلمیحات و مصطلحات کے ساتھ تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجازِ مرسل سمیت دیگر عناصرِ بیان و بدیعی کو بھی اس مثنوی کی صناعی کے لیے برتا ہے۔ میر حسن کے ہاں موضوع کی مناسبت اور کرداروں کی جذباتی کیفیت کے پیشِ نظر ہر طرح کا سامان موجود تھا جسے موزوں اور بر محل استعمال کرنے کا سلیقہ انھیں خوب آتا ہے۔

مختصر یہ کہ مثنوی سحر البیان جہاں زبان و بیان کے اعتبار سے ایک ایسی مثنوی ہے جسے مثنوی کی صنف میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ میر حسن نے اس مثنوی کی تالیف میں بال سفید کر لیے تھے اور کمر میں بل آ گیا تھا۔ ان کا جوانی میں پیر ہونے کا دعوای مبنی بر حقیقت ہے۔ میر حسن کی مثنوی سحر البیان میں تلمیحات و مصطلحات کے علاوہ دیگر عناصرِ شعری کا ایک گنج ہائے گراں مایہ موجود ہے جو زبان و بیان کے اسالیب کی جملہ انشا پردازیوں اور مقیش اندازیوں سے شغف رکھنے والے محقق کا منتظر ہے۔

حوالاجات

1. میر غلام حسن حسن دہلوی، سحر البیان، (مرتبہ: رشید حسن خاں)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2009ء)، ص 21
2. ایضاً، ص 25
3. وحید قریشی، ڈاکٹر، مقالاتِ تحقیق (لاہور: ملک بک ڈپو، 1988ء)، ص 85
4. سعادت یار خاں، رنگین، مجالسِ رنگین (مرتبہ: مسعود حسن)، (لکھنو: نول کشور، 1929ء)، ص 47
5. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اُردو (طباعت ہشتم) (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2016ء)، ص 668
6. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اُردو، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2016ء)، ص 670
7. رام بابو سکسینہ، تاریخ ادبِ اردو (مترجم: حسن عسکری)، (لاہور: بک ٹاک، 2014ء)، ص 149